خیابان بہار ۲۰۲۴

محمد خالد اختر کی ناول نگاری: ماحولیاتی تناظر میں

راشدہ پروین، پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

ڈاکٹر محمد خاور نوازش، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

ABSTRACT

Muhammad Khalid Akhtar (1920-2002) is known as the finest Urdu fiction writer in terms of his sensitivity towards ecology and survival of human civilization. His novels deal with dire issues ranging from environmental destruction caused by wars to inadequate waste management and water pollution. Behaviors and nature of humans is the product of their relationships with the environment. Akhtar’s novel "Chakkiwara Mein Wasal" highlights the major problems of environmental pollution in Pakistan's largest city, Karachi. Similarly, in the novel "Bees so Gayarah", a disastrous picture of the future of the world is presented. In this novel, the war and its consequent terrible destruction and then the fear of the extinction of human civilization are made the subject matter. It is a fact that the development and use of nuclear weapons have left an indelible mark on human history, bringing about catastrophic consequences for both human life and the natural environment. From the bombings during world war-II to the global arms race of the cold war, nuclear weapons have demonstrated their unpatrolled capacity for mass destruction. This article examines the immediate death toll, long term health effects, and psychological trauma associated with the threat posed by the proliferation of nuclear weapons and its potential for future conflicts through Ecological Study of MK Aktar’s Novels.

KEYWORDS:
Urdu Fiction, Environment, Ecology, Eco-Criticism, Destruction, Pollution, Civilization, Disaster, Human Life

کرہ ارض کے سنگین مسائل میں سے اس وقت سب سے اہم مسئلہ ماحولیاتی خرابی ہے۔ کرہ ارض پر موجود ہر طرح کے جانداروں اور پودوں کی موجودگی کا مقصد دنیا میں خوبصورتی کے عمل کو برقرار رکھنا ہے۔ لیکن ترقی کی آڑ اور

سائنسی ایجادات کے خوفناک استعمالات نے پوری دنیا کو نہ صرف غیر محفوظ بنا دیا ہے بلکہ نسل انسانی کا وجود ہی خطرے میں ڈال دیا ہے۔ کیمیائی زہر میں بھیگی ہوئی دنیا ایک نئی تباہی کا پیغام دے رہی ہے۔ اس وقت کرہ ارض پر نو ممالک ایٹمی طاقت رکھتے ہیں۔ ایٹمی بم کے حملے میں جاپان کے دو شہروں ہیرو شیما اور ناگاساکی میں دو سے تین لاکھ لوگ لقمہ اجل بنے۔ ہیرو شیما اور ناگاساکی پر جو تباہی آئی وہ خود انسان کی لائی ہوئی تھی۔ وہ بم ابتدائی مہارت کے تھے لیکن گزشتہ صدی میں جوہری توانائی نے کئی گنا ترقی کر لی ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران امریکہ نے پہلا ایٹم بم تیار کیا۔ اس کے بعد برطانیہ، فرانس اور چین سمیت کئی دیگر ملکوں نے سرد جنگ کے دوران اپنے جوہری ہتھیار تیار کیے تھے جن کی مثالیں ہائیڈروجن اور اس سے زیادہ طاقتور تھرمونیوکلیئر بم ہے۔ ان جوہری ہتھیاروں کے استعمال سے زمین کے اوپر اور نیچے شدید ماحولیاتی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اہل فکر کا خیال ہے کہ آنے والے عشروں میں اقتصادی ترقی کا انحصار ماحولیات اور ترقی کے باہمی تعلق پر ہو گا۔ اس سلسلے میں نومبر ۲۰۰۶ء میں کینیا کے دارالحکومت نیروبی میں ایک کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں نواسی ممالک کے سربراہان اور نمائندگان شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں ایٹمی تابکاری جیسے گھمبیر ماحولیاتی مسائل کے حل کے حوالے سے اقدامات اٹھانے پر زور دیا گیا۔ اس طرح ۲۰۰۹ء میں کوپن ہیگن میں منعقدہ کانفرنس میں یہ اعادہ کیا گیا تھا کہ ۲۰۱۰ء تک ہر ملک زہریلے دھویں کے اخراج میں کمی کے معاہدے پر دستخط کر لے کیونکہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کے زیادہ اخراج اور درختوں کی کمی کی وجہ سے سمندروں کی کیمیائی حالت میں تبدیلی آ رہی ہے۔ ان مسائل کے پیش نظر اُردو میں ماحولیاتی تنقید نے جنم لیا۔

ماحولیاتی تنقید فطرت کی عکاسی کرتی تحریروں، رومانی شاعری، جانوروں کی کہانیوں اور سائنسی بیانیہ غرض ہر طرح کے متن کو زیر بحث لاتی ہے۔ امریکہ کی یونیورسٹی آف نیواڈا کی پروفیسر CHERYLL GLOTFELTY ماحولیاتی تنقید کی تعریف یوں کرتی ہیں:

> "Eco-criticism is the study of the relationship between literature and the physical environment". (1)

ماحولیات کی اصطلاح ایکولوجی سے ماخوذ ہے۔(Oikos)ایکو یونانی زبان کا لفظ ہے۔ جس کا مطلب ہے "گھر"، ایکولوجی حیاتیات کی ایک شاخ ہے۔ جس میں جانداروں اور ان کے ماحول کے متعلق تعلق کو بیان کیا جاتا ہے۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی میں ماحولیاتی مسائل کو "گرین ہاؤس" کا نام دیا جاتا تھا۔ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۰ء کے درمیان اسے ماحولیاتی تنقید (Eco-criticism) کا نام دیا گیا۔ امریکی ادبی نقاد لارنس بیول (Lawrence Buell) نے ماحولیاتی تنقید کی درجہ بندی تین حصوں میں کی ہے۔ جسے پہلی، دوسری اور تیسری لہر کا نام دیا گیا۔ ماحولیاتی تنقید کی پہلی لہر ۱۹۶۰ء سے ۱۹۹۰ء کی دہائی کے آخری برسوں تک کے عرصے پر مشتمل ہے۔ رچل کیرسن کی کتاب "Silent Spring" کو اس تحریک کا نقطہ آغاز کہا جا سکتا ہے۔ اس کتاب میں رچل کیرسن نے امریکی معاشرے کو درپیش ماحولیاتی مسائل اور ان کے اسباب بیان کیے ہیں۔ ماحولیاتی تنقید کی پہلی لہر سے وابستہ مصنفین ماحولیاتی مسائل سے زیادہ فطرتی دنیا کو موضوع بناتے ہیں۔ یہ فطرت کی تعمیر انفرادی نقطہ نظر سے کرتے ہیں۔ ماحولیاتی ناقدین نے ۱۹۹۰ء کی دہائی کے آخر میں ماحولیاتی تنقید کے نظریہ کے دائرہ کار کو وسعت دی جسے ماحولیاتی تنقید کی دوسری لہر کا نقطہ آغاز سمجھا جا سکتا ہے۔ چونکہ پہلی لہر کے ماحولیاتی ماہرین نے فطرت کا ایک محدود نظریہ پیش کیا۔ پہلی لہر کے مصنفین نے فطرت کو انسانی ثقافت سے الگ تھلگ کر کے پیش کیا بلکہ وہ فطرت کو صرف جنگلی مقامات کا حصہ سمجھتے تھے۔ وہ انسانوں اور شہری زندگی کو فطرت سے الگ شمار کرتے تھے۔ ان کے نزدیک فطرت انسانی مداخلت سے باہر رہتی ہے۔ جبکہ دوسری لہر طبعی ماحول میں انسانی شرکت کو موضوع بناتی ہے۔ دوسری لہر شہر کے مناظر اور فطرت کی تعمیرات کس طرح ثقافتی، سیاسی، سماجی اور ماحولیاتی اثرات مرتب کرتی ہے یعنی دوسری لہر میں باقاعدہ طور پر انسان اور فطرت کے باہمی رشتے پر مکالمے کا آغاز ہوا۔ پہلی لہر سے وابستہ ناقدین ادبی ناقدین نہیں تھے۔ ان کا تعلق ماحولیاتی سائنس، سماجی فکر اور فطرت نگاری سے تھا۔ لارنس کوپ نے ادب، فطرت اور ثقافت کا تجزیہ پیش کیا۔ یوں دوسری لہر نہ صرف غیر انسانی دنیا پر توجہ مرکوز کرتی ہے۔ بلکہ شہری زندگی اور دیہی زندگی کو بھی موضوع بناتی ہے۔ ماحولیاتی تنقید کی تیسری لہر کا آغاز ۲۰۰۰ء میں ہوا۔ ماحولیاتی تنقید کی تیسری لہر ابھی ترقی کے مراحل میں ہے۔ ماحولیاتی تنقید کی تیسری لہر فطرت سے فطرت کا تعلق استوار کرتی ہے۔ یہ لہر تصور حیوانیت، ایکو فیمنزم، ماحولیاتی مارکسیت اور ماحولیاتی نو آبادیات جیسے مطالعات کو زیر بحث لاتی ہے۔

ماحولیاتی تنقید کو ادبی منظر نامے پر اپنی حیثیت باور کرانے میں کم و بیش تیس سال کا عرصہ لگا۔ اردو ادب میں فطرت کی پیش کش تو آغاز ہی سے ملتی ہے لیکن فطرت کو درپیش مسائل کی طرف توجہ نہ دی گئی۔ماحولیاتی آلودگی کے بیشتر عناصر کا تذکرہ ادب میں موجود ہے۔ماحولیاتی آلودگی زمین پر انسانی سرگرمیوں اور قدرتی عمل سے پیدا ہوتی ہے۔ شہری علاقوں میں صنعتوں کا ارتکاز، ایٹمی ہتھیاروں کا استعمال، نیوکلیائی بموں کا استعمال اور آبادی کی کثافت ماحولیاتی آلودگی میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔

محمد خالد اختر کے ناولوں میں ماحولیات سے متعلق تمام اہم مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ ان کے ناولوں میں جنگوں سے پیدا ہونے والی ماحولیاتی تباہی سے لے کر کچرے کے ناکافی انتظام اور آبی آلودگی جیسے خوفناک مسائل کی عکاسی ملتی ہے۔ محمد خالد اختر کے ناولوں میں کردار متحرک ہستی ہونے کی وجہ سے اپنے گردونواح کے ماحول سے گہری جڑت رکھتے ہیں۔ کردار کی خصلت، عادت اور فطرت اسی رشتے کی پیداوار ہے۔ مثلاً شہر میں پیدا ہونے والا کردار شہریت، موافقت اور ایک حد تک لاتعلقی کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ اس کا جسمانی ماحول اندرونی تنازعات اور خواہشات کی عکاسی کرتا ہے۔ ماحولیاتی خطرات کے پیش نظر آلودہ شہر میں رہنے والا کردار مختلف نوعیت کی بیماریوں کا شکار بھی ہو سکتا ہے۔ محمد خالد اختر نے ناول "چاکیواڑہ میں وصال"۱۹۶۴ء میں شائع ہوا۔ اس میں پاکستان کے سب سے بڑے شہر "کراچی "میں ماحولیاتی آلودگی کے اہم مسائل کو اجاگر کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ کراچی میں ماحولیاتی آلودگی کثیر جہتی ہے۔ جن میں مختلف ذرائع اس کے بگاڑ میں معاون ہیں۔ بنیادی قصور واروں میں سے ایک صنعتی اخراج ہے کیونکہ شہر اور اس کے آس پاس کی متعدد فیکٹریاں آلودہ پانی کو آبی ذخائر میں چھوڑتی ہیں۔ ان فصلوں میں بھاری دھاتیں، کیمیکلز اور آلودگی جو سطح اور زمینی پانی کے دونوں ذرائع کو آلودہ کرتے ہیں۔ کراچی کا سیوریج کا ناکافی نظام پانی کی آلودگی کو بڑھاتا ہے۔ شہر کی آبادی کا ایک بڑا حصہ صفائی کی مناسب سہولیات سے محروم ہے۔ کراچی میں آبی آلودگی کے باعث بدبو، گندگی، کیچڑ وغیرہ ہر طرف پھیلا ہوا ہے۔ محمد خالد اختر نے ناول "چاکیواڑہ میں وصال" میں کراچی شہر کی آبی اور ماحولیاتی آلودگی کو طنز کے نشتر لگا کر یوں بیان کیا ہے:

"یہ کراچی کا ایک ایسا حصہ ہے جو بجائے خود ایک الگ شہر ہے۔ اپنی ایک الگ تہذیب، اپنا الگ اخلاق ہے۔ ایک مدافعت آمیز انفرادیت کا علم سر بلند کئے۔ اگر تم ان بھول بھلیوں میں سے سیدھے چلتے جاؤ تو کیچڑ اور بدبو کے اس مرکب پر جا نکلو گے جسے دریائے لیاری کہا جاتا ہے اور جو چاکی واڑا کے لیے وہ کچھ ہے جو لندن کے لیے ٹیمز یا پیرس کے لیے سین دریائے لیاری جب ہر کوئی اسے دریا کہنے پر مُصر ہے تو چلو ہم بھی اسے ایک لحظہ کے لیے اسے دریا مان لیتے ہیں۔ اس کی سیر گاہ کے بند پر تم اپنے نیچے گوبر کے اوپلوں سے پٹی ہوئی زمین پر گھاس اور بدبودار کیچڑ لوٹتی ہوئی بھینسوں سے پرے دوسرے کنارے کے کھجور کے درختوں اور بنجر پہاڑوں کو دیکھ سکتے ہو۔"(۲)

ادب میں ماحولیاتی آلودگی کے بیشتر عناصر کو مختلف تناظرات میں بیان کیا گیا ہے لیکن فطرت کو درپیش مسائل کی طرف توجہ نہ دی گئی مثلاً ایٹم بم کی تباہ کاری کا ذکر تو ہے لیکن اس کی ہولناکی اور تباہ کاری کا احساس ناپید ہے۔ ادباء کی توجہ ملکی مسائل کی طرف تو رہی لیکن ماحولیاتی مسائل کو نظر انداز کیا گیا۔ اس کی وجہ تقسیم ہند یا تقسیم کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال جیسے انسانی المیہ کہا جا سکتا ہے۔ اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ہیروشیما اور ناگا ساکی پر حملے کے بعد اردو ادیبوں میں بھی ردعمل نظر آیا۔ احمد ندیم قاسمی نے "ہیروشیما سے پہلے "اور "ہیروشیما کے بعد "جیسا افسانہ تحریر کیا گیا۔ ابن سعید کے قلم سے "ہیروشیما" شاہکار افسانہ تحریر ہوا۔ کرشن چندر نے "ہوا کے بیٹے "اور مختصر ڈرامہ "ہائیڈرجن بم کے بعد" تحریر کیا، منٹو نے "چچا سام کے نام خط" میں ایٹم بم کا تحفہ مانگ کر گہرے طنز کا اظہار کیا۔ آصف فرخی لکھتے ہیں:

"ایٹم بم اور اس کی فقید المثال تباہ کاری کا ذکر اردو ادب میں دوسری جنگ عظیم کے انجام کے فوراً بعد ہی ظہور پذیر ہوا۔"(۳)

اسی پس منظر میں محمد خالد اختر کا ایک اور اہم ناول "بیس سو گیارہ"(اشاعت اول:۱۹۵۰ء، اشاعت دوم:۱۹۹۹ء) میں شائع ہوا۔ اس ناول میں مستقبل کی دنیا کی ایک ہولناک تصویر پیش کی گئی ہے۔ "بیس سو گیارہ" فنٹاسی کی تکنیک کو برتتے ہوئے ماحولیاتی سائنس کو موضوع بناتا ہے۔ فنٹاسی ایک ایسی تخیل پر مبنی تحریر ہوتی ہے جس میں تخیل کی

بلند پروازی کے ذریعے مستقبل کو حال میں کھینچ لائے اور پیش گوئی کے انداز میں حالات و واقعات کو ہمارے سامنے پیش کرے۔

محمد خالد اختر کے ناول "بیس سو گیارہ" میں دنیا کے مستقبل کی تباہ کن تصویر پیش کی گئی ہے۔ ناول میں ایک فرضی ریاست ماضنین کا احوال بیان کیا گیا ہے۔ ماضنین یعنی ماضی پرست لوگ جن کا سفر مستقبل کی بجائے ماضی کی طرف ہو۔ محمد خالد اختر نے ماضنین ریاست کے بارے میں جن حالات کی تصویر کشی کی ہے وہ طنز اور تنقید کا انداز لیے ہوئے ہیں۔ناول کا آغاز ۱۹۹۲ء کی جنگ کے بعد کی ہولناک تباہی سے ہوتا ہے۔ جنگ کے بعد دنیا میں جو تباہی آتی ہے۔ اس سے حیات مرکزیت کے معدوم ہونے کے خطرات بڑھ گئے ہیں۔ گو کہ ایٹمی ہتھیار انسان نے اپنے تحفظ کے لیے ایجاد کیے تھے لیکن ان کے استعمال کے بعد حیات مرکزیت بھی غیر محفوظ ہے۔ محمد خالد اختر نے ناول میں جنگ کے بعد ہونے والی تباہی پر روشنی ڈالی ہے کہ کیسے ایک انسان صدیوں کی محنت اور دماغ سوزی کے بعد اپنی تہذیب و ثقافت قائم کرتا ہے لیکن صرف ایک جنگ اس ملک کی تہذیب و ثقافت کو ملیامیٹ کر دیتی ہے جیسے اس ملک کا نام ونشان ہی موجود نہ ہو۔ صدیوں کی ثقافت صرف چند منٹوں میں زمین کے چہرے سے معدوم ہو جائے۔ محمد خالد اختر نے بم دھماکے کے بعد زندہ بچ جانے والوں کے جو احوال بیان کیے ہیں وہ انتہائی دردناک ہیں۔ زندہ بچنے والے شدید تابکاری کی بیماری کا شکار ہوتے ہیں۔ محمد خالد اختر جنگ کی ہولناک تباہی پوری انسانی اور غیر انسانی مخلوقات کی تباہی قرار دیتے ہیں۔ناول میں جنگوں کی وجوہات اور مقاصد کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ بڑی بڑی ریاستیں چھوٹی ریاستوں سے زمینی وسائل ہتھیانے کے لیے کون کون سے ہتھکنڈے استعمال کرتی ہیں۔ ان کے علاوہ بڑی ریاستوں کے مذموم مقاصد کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ناول کے آغاز کے کچھ صفحات میں ہی جنگ کی ہولناکیوں کا تذکرہ ہے۔ جس میں کرہ ارض کی بدقسمتی کو کوسا گیا ہے کہ انسان جنگ کا آغاز جن اہداف کو حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے جنگ کا اختتام ان مقاصد کو بدل دیتا ہے۔ انسانوں کی اس لڑائی میں قیمت صرف اس زمین کو ادا کرنی پڑتی ہے۔ پہلی جنگ عظیم نے جو تباہی مچائی اس کے اثرات آج بھی کرہ ارض پر موجود ہیں۔ محمد خالد اختر اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انیس سو بانوے (۱۹۹۲ء) کی جنگ کے بعد جو دنیا پر ہولناک تباہی آئی۔ اس کے اثرات سے ابھی تک یہ بد قسمت کُرہ زخم خوردہ ہے۔" (۴)

دنیا میں انسانوں کے درمیان لڑی گئی جنگوں کی تاریخ ہزاروں سال پر محیط ہے۔ ان جنگوں نے کئی ملکوں اور شہروں کی تہذیب کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ بد قسمتی سے جنگوں میں ہونے والے جانی نقصان کے بارے میں تو تاریخ کی کتابوں میں حوالے مل جاتے ہیں لیکن اس دوران قدرتی ماحول پر کیا اثر پڑا اس کا ذکر شاذونادر ہی پڑھنے یا سننے کو ملتا ہے۔ محمد خالد اختر نے ماضنین کی ریاست میں ہونے والی تین جنگوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ بات درست ہے کہ پہلی جنگ کی نسبت دوسری جنگ زیادہ خطرناک ثابت ہوتی ہے اور جدید دور میں نیوکلیائی ہتھیاروں سے ہونے والی جنگوں نے جنگ کے مقاصد کو ہی بدل کر رکھ دیا ہے۔ نیوکلیائی جنگ کرہ ارض سے صرف انسانوں کی معدومیت کا باعث نہیں بنتی۔ بلکہ یہ کرہ ارض سے ہر جاندار چیز کو صفحہ ہستی سے ہی مٹا دیتی ہے۔ محمد خالد اختر ماضنین ریاست کی عالمگیر جنگوں کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"بیسویں صدی میں جتنی جنگیں ہوئیں۔ ۱۹۱۴ء کی پہلی جنگ عظیم، ۱۹۳۹ء کی دوسری جنگ اور ۱۹۵۵ء کی تیسری جنگ عظیم ان میں سے ہر ایک کے بعد یہ پیشن گوئی کی جاتی تھی۔ (میرے نزدیک کس قدر اذیت پسندی کے حیوانی انبساط کے ساتھ) کہ اگلی جنگ تہذیب کا خاتمہ کر دے گی۔" (۵)

ساتویں دہائی میں سائنسدانوں نے پتہ لگایا کہ نیوکلیائی دھاتوں کے اثرات خطرناک اور پیچیدہ ہیں۔ ان اثرات کی شناخت کے لیے حالیہ برسوں میں ساتویں دہائی کے دوران جمع کی گئی معلومات کی جانچ کے لیے ایک خصوصی طریقہ کار مرتب کیا گیا۔ ایٹمی دھماکوں سے سب سے زیادہ فضا میں اوزون کی تہہ متاثر ہوئی۔ ایٹمی دھماکوں سے فضائی آلودگی اور اس کے اثرات کے نقصانات کے بارے میں الیکسی خابا روف لکھتے ہیں:

"فضائی نیوکلیائی دھماکوں سے پیدا ہونے والی حرارت سے ہوا کا درجہ حرارت دو ہزار سینٹی گریڈ ہو جاتا ہے۔ یہ وہ درجہ حرارت ہے۔ جہاں عام آکسیجن اور نائٹروجن، نائٹرک آکسائیڈ پیدا کرتی ہے۔ ایک ایم ٹی کا نیوکلیائی دھماکہ جو ایک ملین ٹن ٹی۔ این ٹی کے برابر

ہے پانچ ہزار ٹن مائبرک آکسائیڈ پیدا کرتا ہے۔ جو فضا میں داخل ہو کر زنجیری رد عمل کے ذریعے ہزار ہا اوزون تہہ کو تباہ کر سکتی ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہ اس وقت جو نیو کلیائی ہتھیاروں کا ذخیرہ موجود ہے۔ اگر اس کو تباہ کیا گیا تو پوری اوزان پرت کا ۷۰ تا ۸۰ فیصد تباہ ہو جائے گا۔ جس کی وجہ سے جلدی سرطان شمسی اندھا پن بڑھ جائے گا انسان اور جانور مرنے لگیں گے۔"(۶)

محمد خالد اختر "بیس سو گیارہ" میں نائٹروجن بم کی تباہ کاریوں کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ یہ بم بنانے والے بڑے بڑے ممالک جب آپس میں لڑیں گے تو ایک دوسرے پر ایٹم بم گرائیں گے۔ جو زندگی سے بھرپور شہروں کو ایک پل میں صفحہ ہستی سے ہی مٹا دیں گے اور ہزاروں سالوں کی محنت سے بنائی گئی تہذیب ایک پل میں صفحہ ہستی سے مٹ جائے گی۔ یہ ایٹم بم ایک لمحے میں لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ محمد خالد اختر لکھتے ہیں:

"یہ نائٹروجن بم امریکہ کی ریاستوں کے بعد نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا اور کینیڈا کے بڑے بڑے صنعتی شہروں پر گرائے اور زندگی سے بھرپور صنعتی شہروں میں لاکھوں انسان پل بھر میں ختم ہو گئے۔"(۷)

"چند گھنٹوں میں ہزاروں سال کی تہذیب کا روحانی اور مالی اثاثہ صفر ہو گیا۔"(۸)

ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کے دھماکے کے سبب پیدا شدہ تابکار لہریں اور گرد ہوا میں پھیل کر پودوں اور جانوروں کو نہ صرف بیرونی طور پر بلکہ اندرونی سطح پر (DNA) کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ نیو کلیائی ایندھن والے سیارے جب کسی حادثہ کے سبب زمین پر گرتے ہیں تو اس سے بھی آلودگی پیدا ہوتی ہے۔ نیو کلیائی آلودگی کے اثرات کیسے انسانی جسم کو متاثر کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں ریاض احمد وارث لکھتے ہیں:

"نیو کلیائی آلودگی تقریباً سارے جسم انسانی پر اثر انداز ہوتی ہے۔ تھائی رائیڈ غدود (Thyroid Gland) پھیپھڑے، گردے، جگر وغیرہ ایسے اعضا ہیں۔ جو خصوصی طور پر ان سے متاثر ہوتے ہیں۔"(۹)

محمد خالد اختر نے "بیس سو گیارہ" میں نائٹروجن بم سے پیدا ہونے والی خطرناک بیماریوں کا تذکرہ کیا ہے۔ دھماکے کے بعد کیسی خطرناک تابکار لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک بم دھماکے میں تو لاکھوں لوگ جو لقمہ اجل بنتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان تابکار لہروں کے اثرات سالوں تک اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ دھماکے میں بچ جانے والے لوگ مہلک قسم کی بیماریوں کا شکار ہو کر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر زندگی گزارتے ہیں۔ ان کے اندر بچے پیدا کرنے کی صلاحیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ گرنے والا بم نہ صرف زمین کے اوپر تباہی مچاتا ہے بلکہ اس کے اثرات زمین کے نیچے دو ہزار فٹ تک پہنچتے ہیں۔ جو فضائی آلودگی کے ساتھ ساتھ زمینی آلودگی کا سبب بنتے ہیں۔ اس حوالے سے محمد خالد اختر بیان کرتے ہیں:

> "گرنے والے بم سے پیدا ہونیوالی تابکار لہریں ایتھنز کے ساتھ ساتھ دو ہزار فٹ زمین تلے بھی پہنچ گئی۔ یقیناً ان بد قسمتوں کے جسموں میں سرایت کر گئی اور ایسی مہلک بیماری بن گئی جو مرکز حیات کو رفتہ رفتہ گلاتی رہی۔"(۱۰)

> "بموں کے بعد فرانس کی آبادی پہلے سے بیسویں رہ گئی اور وہ بھی زیادہ تر وہ لوگ جن پر نائٹروجن بیماری اپنا ہلاکت انگیز ہاتھ رکھ چکی ہے۔ اس بیماری سے ہر سال ہزاروں آدمی مرتے ہیں اور جو سخت اذیت اور درد میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جینے کے لیے رہ گئے ہیں۔ وہ اس بیماری کے ناقابل فہم اثر سے اپنی نسل پیدا کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھے ہیں۔ ان بموں کے بعد فرانس میں صرف سو بچے پیدا ہوئے۔"(۱۱)

جنگ خود اپنے آپ میں کوئی مقصد نہیں رکھتی لیکن جنگ سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے لڑی جاتی ہے۔ ایٹمی ہتھیاروں اور جنگی فضا کے نتیجے میں نہ صرف زمین اور انسانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے بلکہ ماحول بھی بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ کوریا، ویتنام جنگ میں لاکھوں ایکڑ زمین صرف بارودی سرنگیں بچھانے کی وجہ سے برباد ہو گئی۔ امریکہ نے ان جنگوں میں جدید کلسٹر بموں اور مہلک کیمیکل سے انسانیت اور ماحول کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ عبدالستار ایک مضمون میں پہلی عالمی جنگ کے تباہ کن اثرات کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "بیسویں صدی اپنے دامن میں دو خوفناک عالمی جنگیں سمیٹے رخصت ہوئی۔ ان دونوں جنگوں نے نہ صرف دنیا بھر کے ممالک کی سیاسی، معاشی، اقتصادی اور عسکری ہیت کو

> تبدیل کیا بلکہ انہوں نے عالمی ماحول کو بھی بری طرح متاثر کیا جب جرمنی نے برطانیہ کے تجارتی راستوں کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کیں تو برطانیہ نے اپنے پچاس فیصد جنگلاتی اراضی کو ختم کر دیا۔"(۱۲)

اگر عصر حاضر کی بات کی جائے تو یوکرائین اور غزہ میں جاری جنگ سے ماحول میں طبقاتی تفریق، بے روزگاری، بدامنی اور سیاسی کشمکش جیسے سنگین نوعیت کے طویل مدتی اثرات مرتب ہو رہے ہیں چونکہ جنگ کے نفسیاتی اثرات پیچیدہ اور کثیر جہتی ہوتے ہیں جو افراد اور معاشرے پر مستقل اثر چھوڑتے ہیں وہ افراد جو جنگ کے دوران تکلیف دہ تجربات اور مشاہدات سے گزرتے ہیں وہ PTSD اور ٹروما جیسی نفسیاتی عوارض کا شکار ہو جاتے ہیں۔PTSD(پوسٹ ٹرامیٹک اسٹریس ڈس آرڈر) میں فلیش بیک، ڈراؤنے خواب، ہائپر ویجیلس اور جذباتی بے حسی جیسی علامات شامل ہیں جن سے جذباتی ہیجان انگیزی اور ذہنی دباؤ میں اضافہ ہوتا ہے۔ محمد خالد اختر جنگ جیسی بڑی تباہی لانے کا ذمہ دار روس کو ٹھہراتے ہیں کیونکہ روس کے پاس ایٹمی ہتھیاروں کے بڑے بڑے ذخیرے ہیں اس لیے وہ جنگ جیسے خطرناک کھیل میں کسی قسم کی پیش قدمی کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ محمد خالد اختر نے نصف صدی پہلے روس کے بارے میں جو پیشگوئی کی تھی روس کا یوکرائن پر حملہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

> "دنیا میں اس زمانے کی بڑی طاقتوں میں امریکہ کے علاوہ روس ہی ایک ایسی طاقت تھی۔ جس کے پاس نائٹروجن بموں کے بڑے بڑے ذخیرے تھے۔"(۱۳)

> "اس جنگ کا سب سے عجیب معمہ یہ ہے کہ کس نے کس کو شروع کیا۔ حملہ آور طاقت کون تھی۔ کوئی مؤرخ یقین سے اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن اغلب ہے یہ بم راکٹوں کے ذریعے روس ہی سے اس کرے کے ممالک پر بھیجے گئے۔"(۱۴)

ایٹمی جنگ میں پہل کرنے والا ہی فاتح کہلائے گا۔ کیونکہ ایٹم بم صرف چند گھنٹوں میں ہی جنگ کا فیصلہ کر دیں گے۔ ایٹم بم جن دشمن ممالک پر گرائے جاتے ہیں ان کے جواب دینے سے پہلے ہی ختم کر دیتا ہے۔ اس لیے اس خطرناک جنگ میں جیت بھی پہل کرنے والے کی ہی ہو گی۔

"نائٹروجن بم چند گھنٹوں میں ہی جنگ کا فیصلہ کر دیں گے۔ سو انھوں نے پہل کی اپنے دشمنوں کو اس سے پہلے ہی ختم کر دیا کہ وہ جواب دینے کا سوچ سکیں۔"(۱۵)

محمد خالد اختر نے "بیس سو گیارہ" میں جنگ کی تباہی کا موازنہ طوفان نوح سے کیا ہے۔ کیونکہ طوفان نوح کے وقت جو تباہی آئی۔ اس وقت اس کرہ ارض کو نقصان نہیں پہنچا۔ کیونکہ اس وقت انسان غیر مہذب اور پتھر کے زمانے میں جی رہا تھا۔ وہ جدید ہتھیاروں اور راکٹوں سے ابھی ناواقف تھا۔ جبکہ جدید دور میں ہتھیاروں اور راکٹوں نے نہ صرف مرکز حیات کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ بلکہ کرہ ارض بھی جنگ کی تباہ کاریوں سے محفوظ نہیں۔ جنگوں سے نیوکلیائی آلودگی اور فضائی آلودگی میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ جو اس کرہ ارض کو معدومیت کی طرف دھکیل رہی ہے اور تمام بڑی ریاستیں خاموش تماشائی بن کر مستقبل کے سنہرے خواب بن رہیں ہیں۔ محمد خالد اختر اس خوفناک حقیقت سے پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"طوفان نوح کے بعد یہ دوسری عالمگیر تباہی تھی۔ مگر اس سے کہیں زیادہ ہولناک اور اس سے کہیں زیادہ اپنے اندر کینہ پرور اثرات لیے۔ طوفان نوح کے وقت دنیا مقابلتاً بچہ تھی اور انسان ابھی تک غیر مہذب، ابتدائی پتھر اور دھات کے زمانے کی منزل میں تھا۔ اس وقت آدمی ان بلندیوں پر نہیں پہنچا تھا۔ جن پر آنے والے قرنوں کی مسلسل کشمکش نے اسے پہنچا دیا۔ اس نے اس وقت تک قدرت کے سینے سے اس وسیع اور خوبصورت اور خوفناک راز نہیں چھینے تھے۔"(۱۶)

انسان قدرت کے قبضے سے خوفناک راز چھین کر اپنے خالق کو بتا دیا کہ انسان تخلیق نہیں کر سکتا۔ وہ تباہ کر سکتا ہے۔ وہ بھی اپنے خالق سے زیادہ بہتر اور مکمل طور پر۔ محمد خالد اختر اس کرب ناک دکھ کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"آدمی نے اپنے خالق کو بتا دیا کہ وہ تخلیق نہیں کر سکتا۔ وہ تباہ کر سکتا ہے اور تباہ بھی اپنے خالق سے زیادہ بہتر اور مکمل طریقے سے۔"(۱۷)

جنگ سے پیدا شدہ آلودگی کرہ ارض پر موجود تمام جانداروں کے لیے نقصان دہ ہے جنگ فطرت کی تباہی کا بنیادی سبب ہونے کے ساتھ ساتھ قدرتی توازن میں بگاڑ کا باعث بھی بنتی ہے۔ جنگ صرف انسانی ہی نہیں قدرت کے تخلیق کردہ نظام کی تباہی کا سبب بھی بنتی ہے۔ اکیسویں صدی میں جنگوں کا مقصد سیاسی بالا دستی نہیں بلکہ صرف دوسرے ممالک کے وسائل پر قبضہ حاصل کرنا ہے۔ معمولی سے زمینی فائدے کی خاطر انسان اس کائنات کو تباہ کرنے کے درپے ہے۔ ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق ایک ہیوی بم گرانے سے وہاں کا درجہ حرارت جو ہزار سینٹی گریڈ تک بڑھ جاتا ہے۔ جس سے ماحولیاتی آلودگی کے ساتھ ساتھ زرخیز مٹی بھی تباہ ہو جاتی ہے۔

انسان کو درپیش مسائل دنیا بھر کے تخلیق کار اپنے حصے کا کام بخوبی سر انجام دے رہے ہیں۔ محمد خالد اختر نے بھی ناول "بیس سو گیارہ" میں جنگ کی تباہ کاریوں اور اثرات پر نہ صرف کھل کر بات کی۔ بلکہ جنگوں کے مقاصد اور ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال سے پیدا ہونے والی تابکار لہروں کے نقصانات پر بھی روشنی ڈالی جس کے نتیجے میں ہمارے خطے کا پورا ماحول اثر انداز ہوتا ہے۔ لوگوں کی روزمرہ زندگیوں، سیاسی صورتحال، معاشی صورتحال، معاشی حالت کے علاوہ ذہنی پیچیدگیوں، دباؤ اور نفسیاتی عوارض جو براہِ راست انسانی جذبات سے جڑے ہوتے ہیں پر سب مل کر انسانی ماحول کو متاثر کرتے ہیں۔ ادب جو انسان کے جذبات کا ہی لطیف اظہار ہے اس میں بھی یہ ماحولیاتی تبدیلیوں اور تغیرات کا اظہار ہوتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ادب کے ذریعے ماحولیاتی آلودگی کے کرہ ارض پر اثرات کو موضوع بنا کر پیش کیا جائے اور انسانوں کے دلوں میں اس کائنات سے محبت پیدا کی جائے۔ جنگیں نہ صرف ہماری دھرتی کو نقصان پہنچا رہی ہیں بلکہ ان کی وجہ سے یہ کائنات تباہی کے دہانے پر ہے۔ اس سرزمین کو ماحولیاتی آلودگی سے بچانے کے لیے فوری اقدامات ضروری ہیں۔ تاکہ آنے والی نسلوں کو آلودگی سے پاک ایک خوبصورت زمین اور ماحول کا تحفہ دیا جا سکے۔

حوالہ جات

1. Cheryll *Glotfelty*, *Harold* Fromm, The eco-critisim reader land marks in literary Eclology, University of Geogia, 1996, PP:43

۲. محمد خالد اختر، چاکیواڑہ میں وصال، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)، ص ۱۴۵

۳. آصف فرخی، عالم ایجاد، (کراچی: شہرزاد، ۲۰۰۴ء)، ص ۱۳۲

۴. محمد خالد اختر، بیس سو گیارہ، (کراچی: آج کتب خانہ، ۱۹۹۹ء)، ص ۱۱

۵. ایضاً، ص ۱۳

۶. خاباروف الیکسی، نیو کلیانی، جنگ کے اثرات، (دہلی: نویک پریس چاندنی چوک، ۱۹۸۶ء)، ص ۲۲

۷. محمد خالد اختر، بیس سو گیارہ، ص ۱۳

۸. ایضاً، ص ۱۴

۹. ریاض احمد وارث، ماحول اور اس کی آلودگی، (بالندہ (نیا بھنڈار)، وارث پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء)، ص ۵۱

۱۰. محمد خالد اختر محمد، بیس سو گیارہ، ص ۱۲

۱۱. ایضاً، ص ۱۷

۱۲. عبدالستار، جنگیں اور ماحولیاتی تباہی، www.dw.com.pk، بتاریخ ۱۲ فروری ۲۰۲۴ء، بوقت ۱۱:۰۰ PM

۱۳. ایضاً، ص ۱۷

۱۴. ایضاً، ص ۱۸

۱۵. ایضاً، ص ۱۱

۱۶. ایضاً، ص ۱۲